THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

معاصر اسلامی ریاستوں کی عسکری پالیسی اور نبوی عسکری حکمت عملی کی اطلاقی جہات

The Military Policies of Contemporary Islamic States and the Practical Dimensions of Prophetic Military Strategy

Hafiza Gulshan Tara
Lecturer (Department of Islamic Studies, University of Lahore, UOL)
gulshantara427@gmail.com

ABSTRACT

The establishment and sustenance of an Islamic state have always involved a prudent and ethically grounded military strategy. The Prophetic Seerah reveals a military doctrine rooted in justice, mercy, strategic foresight, and defense rather than aggression. In contemporary times, many Islamic states face severe internal security challenges and external pressures that require a reevaluation of military doctrines through the lens of the Prophetic model.

This research explores the following core questions:

What are the foundational principles of the Prophet Muhammad's (PBUH) military strategy?

On what bases are current military policies of Islamic states structured?

Can Prophetic military strategies be effectively applied to today's geopolitical and technological landscape?

How can Islamic states today balance strength and morality in defense strategies using the Prophetic approach?

This article adopts a historical-analytical and comparative methodology, examining classical Islamic sources of Seerah, modern military doctrines, and geopolitical realities. The study aims to derive applicable insights from the Prophetic model to help Muslim states formulate military policies that are effective, ethical, and rooted in Islamic tradition.

Keywords: Military Policy, Seerah of the Prophet (PBUH), Defense Strategy, Islamic State, Contemporary Challenges, Application, War and Peace.

تعارف

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللّٰهُ[1]

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور ہم ہدایت نہ پاتے اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا"

وَ مَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ[2]

"اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا"

نبی ﷺ کی نبوت میں ایسی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں جو دیگر انبیاء علیہ السلام کی نبوت ورسالت میں موجود ہیں نبی رحمۃ للعالمین ﷺ دنیا میں تلوار چلانے کو نہیں بلکہ صلح پھیلانے اور امن قائم کرنے کے لیے آئے ہیں۔

[1] اعراف 7 : 43

[2] الانبیاء 21 : 107

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

Vol.4, No.1, 2026

پیغمبرِ اسلام محمد ﷺ نے ساتویں صدی میں ایسی حکمت عملی اپنائی جو نہ صرف اس وقت کے حالات میں کارآمد ثابت ہوئی بلکہ آج کے عالمی منظر نامے میں بھی رہنمائی فراہم کر سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی عسکری اور سیاسی حکمت عملی کی بنیاد حکمت، تدبیر، صلہ جوئی اور اخلاقی اصولوں پر تھی جدید دور میں جب جنگی میدان ایٹمی ہتھیاروں، ڈرونز، سائبر وارفیئر اور غیر متوازن عسکری طاقتوں سے بھرا ہوا ہے۔

لفظ "اسلام" کا مادہ "س ل م" ہے۔ جس کے معنی امن و صلح کے ہیں جو مذہب دنیا کے لیے صلح کا پیغام لے کر آیا ہے۔ جس مذہب کے پیروکار ایمان والوں کو منکسر اور عاجز رہنے کا حکم ہو، وہ جنگ کیوں کرتے۔ نبی ﷺ نے مدینے پہنچ کر ہجرت کے پہلے سال یہ مناسب خیال فرمایا کہ جملہ اقوام سے ایک معاہدہ بین الاقوامی اصول پر کر لیا جائے تاکہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی قومیت وحدت قائم رہے اور سب کو تہذیب و تمدن میں ایک دوسرے سے مدد و اعانت ملتی رہے۔ مسلمانوں کے درمیان جو قریشی یا یثرب کے باشندے ہ جو دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں "انھم امۃ واحدۃ" کہ یہ سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائیں گے۔ نبی محترم ﷺ کی پہلی حکمتِ عملی مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم وحدت میں جمع کرنا تاکہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی قومی وحدت قائم رہے۔[3]

نبی کریم ﷺ کو قرآن میں رؤف و رحیم کے لقب سے نوازہ گیا چونکہ آپ فطرتاً انتہائی نرم مزاج اور شفقت و رحمت کرنے والے تھے اس لیے آپ ﷺ کو جنگ و قتال سے نفرت تھی تیرہ سال مکی زندگی جس میں سترہ بار آپ پر قاتلانہ حملے کیے گئے۔ اللہ کی رحمت کو جوش آیا اور آپ کو ہجرت مدینہ کا حکم ملا لیکن قریش مکہ ہجرت کے باوجود بھی آپ ﷺ اور اسلام قبول کرنے والوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بناتے رہے اسی وجہ سے خدائے بزرگ و برتر نے مسلمانوں کی حالت پر رحم فرما کر ان کو بھی 14 سال تک صبر کرنے اور ظلم و ستم برداشت کرتے رہنے کے بعد ان حملہ اور دشمنوں کی موافقت کا حکم دے دیا۔ یہ وہ پہلا حکم جس کی رو سے مسلمانوں کو جہاد کی اجازت ملی۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْاؕ-وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ[4]

"جن سے لڑائی کی جاتی ہے انہیں اجازت دیدی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بیشک اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دی جاتی ہیں کیونکہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ ان کی مدد پر بے شک قادر ہے اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات کی حیثیت سے قرآن حکیم زندگی کے ہر پہلو کے لیے اصول فراہم کرتا یہ اسلام کی آفاقیت ہی ہے جو مسلمانوں کو آزادی دیتی ہے کہ وہ اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق زندگی کے مختلف شعبوں کو منظم کر سکے

ریاست کا دفاع

اسلام کی عائد کردہ واجبات اور فرائض میں انتہائی اہم بلکہ اکثر حالتوں میں ایمان و کفر تک کا فیصلہ کر دینے والا فرض دفاع ہے۔ اگر کسی مسلمان حکومت یا مسلمان آبادی پر کوئی غیر مسلم گروہ حملہ کرے تو دنیا بھر کے مسلمانوں پر شرعاً فرض ہو جاتا ہے کہ وہ مظلوم مسلمانوں کے دفاع کے لیے ا

---

[3] منصور پوری، قاضی محمد سلیمان، رحمۃ للعالمین، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 1953ء، ج: 1، ص70

[4] الحج 22: 39

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

ٹھ کھڑے ہوں اور اس حکومت اور آبادی کو غیر مسلم قوت کے قبضے سے بچائیں۔ اگر قبضہ ہو گیا ہو تو اس سے نجات دلائیں اور اس کام کے لیے ساری قوتیں اور کوششیں وقد کریں، چنانچہ جب کفار مکہ اور مشرک قبائل کے حملے کے خطرات بڑھنے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مضبوط عسکری تنظیم کی تیاری پر بھرپور توجہ دی۔

نبی ﷺ نے مدینہ کے تحفظ کے لیے تحریری عہد وپیمان ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ حرب وضرب کے وہ تمام طریقے اختیار فرمائے جو اس زمانے میں مروج تھے، چنانچہ آپ نے ایک نہایت مضبوط دفاعی نظام قائم کیا۔ مسلمانوں کو جنگ کرنے کے جو طریقے آتے تھے، آپ ﷺ نے انھیں زیادہ کارگر، موثر اور ترقی یافتہ بناتے رہنے کی ضرورت کو ایک مستقل اصول بنادیا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اہل باطل کے ارادوں اور ان کی نقل وحرکت پر نظر رکھتے تھے اور ان کی حربہ سرگرمیوں اور اسکی سازی کے جدید تر رجحانات سے باخبر رہتے تھے۔

نبی ﷺ کی عسکری تیاریوں کا طریق کار۔

جہاد کا اصل مقصد

اسلام میں جنگ کا اصل مقصد انتقام لینا، دوسرے ملکوں پر قبضہ کرنا یا مال ومنال حاصل کرنا نہیں، نہ مجاہدین اسلام کو حکمرانی کی ہوس ہوتی ہے، اس کے برعکس اسلام نے جنگ میں اخلاق حدودِ کا پاس کرنے اور ظلم وستم کے تمام ہتھکنڈوں کو ختم کرنے کے لیے جہاد فی سبیل ک درس دیا ہے۔ جب ظلم وستم حد سے تجاوز کر جائے اور معاشرتی، اخلاقی اور سفارتی چارہ جو یہاں ناکام ہو جائیں تو پھر جہاد ہی وہ سبیل ہے جس کے ذریعے سے ظلم وستم کی بیخ کنی اور اللہ کی جو بڑائی کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کے اصل ہی دین اسلام کے دفاع اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے انتہائی کوشش کرنا ہے۔ اس مقدس راستے کا انتہائی قدم اللہ کے لیے اپنے نفس کو قربان کرنا ہے۔

صلح جوئی

نبی ﷺ کی بعثت کا اصل مقصد صرف اللہ کے دین کا نفاذ تھا۔ جنگ جب انتہائی ناگریز مجبوری کی حالت میں ہوتی تھی اور معرکہ آرائی کا انتہائی قدم اس وقت اٹھایا جاتا تھا جب کفار اپنے مکروہ اور معاندانہ عزائم سے باز نہ آتے۔ آپ ﷺ ہر طرف کوشش فرماتے کہ کسی طرح جنگ ٹل جائے اسی لیے آپ ﷺ اور آپ کے جانثار صحابہ عین میدان جنگ میں بھی صلح کی شرائط پیش فرمادیتے تھے تاکہ جنگ بندی کر دی جائے عین لڑائی کے جوان بھی اگر کوئی صلح کی درخواست کرتا تو آپ ﷺ اسے قبول فرمالیتے تھے تاکہ جنگ بند کر دی جائے۔

مشروع اور غیر مشروع جنگ

ایک جنگ غیرت اور حمیت کی بناء پر ہوتی ہے یہ عموما قبائل اور خاندانوں کی رقابت کی بنا پر چھڑتی ہے۔ دشمنی کی بنا پر وحشی قوموں کے مابین جنگ برپا ہوتی ہے جیسے جاپلیٹ میں عرب ترجمان کرد اور تاتاری وغیرہ باہم لڑتے رہتے تھے۔ ان کی معشیت کے انحصار ہی جنگ وجدل پر تھا

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

۔صرف اللہ کے لیے اور دینی اغراض و مقاصد کے لیے لڑائی کو جہاد فی سبیل کہا جاتا ہے۔بادشاہ غضب میں آکر دوسری مملکتوں کے خلاف کرتے ہیں یا جو باغی ہوتے ہیں،ان کے خلاف کرتے ہیں[5]

جنگ کے مہذب قواعد وضوابط

رسول ﷺ سے پہلے جنگ وحشر،بہیمیت،غارتگری اور ہوس ملک گیری کا نام تھا جس کا اصل محرک انتقام،تفاخر یا مال ومتاع کو حصول ہوتا تھا۔جب جنگ کا طبل بجتا تو مقاتلین اور غیر مقاتلین کا امتیاز اٹھ جاتا تھا۔دشمن قوم کا ہر فرد دشمن بن جاتا تھا۔بچوں اور بوڑھوں غرضیکہ مخالف قوم کے ہر فرد کے ساتھ یکساں وحشیانہ برتاؤ کیا جاتا تھا۔[6]

فساد انگیزی سے بچنے کا حکم

کفار مکہ مرکز اسلام پر یلغار کے لیے تیاریوں میں مصروف تھے۔لہذا نبی ﷺ کے لیے دفاعی تدابیر اختیار کرنا اور مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرنا ضروری ہو گیا۔جہاد اسلام کا وہ عظیم الشان جوہر عمل ہے،جسے اللہ تعالی نے دین اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں کے تحفظ کے لیے فرض قرار دیا ہے۔اسلام نے امن وسلامتی کا درس دیا لڑائی جھگڑوں اور فساد سے پرہیز کی تلقین فرمائی ہے بلکہ فساد کو گناہ سے تعبیر کیا ہے فرمان الہی ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَاداً وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ[7]

"وہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو دیں گئے جو زمین میں نہ بڑائی چاہتے ہیں اور نہ فساد اور انجام تو پرہیز ہی کے لیے ہے"

اس سے حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ اللہ نے محض توسیع ریاست کے لیے جنگ کو حرام قرار دیا ہے اس لیے کسی دوسرے کی زمین ہڑپ کرنا گناہ ہے جسے اللہ نے فساد سے تعبیر کیا ہے فرمان الہی ہے :

وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ[8]

"اور جب وہ (جھگڑالو شخص) پلٹتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد پھیلائے کھیت اور نسل کو تباہ کرے وہ اللہ فساد پسند نہیں کرتا"

---

[5] ابن خلدون،عبد الرحمٰن،مقدمہ ابن خلدون،بیروت: دار الفکر،1377ء،ص:226

[6] مجاہد،عبد المالک،سیرت انسائیکلوپیڈیا،لاہور: دار السلام،1433ھ،ج: 5 [Source verification required]

[7] القصص 83:28

[8] البقرہ 205:2

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

نبوی عسکری حکمت عملی کی اطلاقی جہات

خفیہ تدبیر کی حکمت عملی

انٹیلی جنسی جس کی اسلامی اساس آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث ہے نخلہ تک جاؤ وہاں پہنچ کر مخفی طور پر قریش کے حالات معلوم کرو اور ہمارے پاس ان کی خبر لاؤ۔

آپ ﷺ نے ایک صحابی کی قیادت میں بارہ افراد پر مشتمل جاسوسی کے لیے ایک قافلہ ترتیب دیا تھا اور ان کو مکہ اور مدینے کی درمیانی منزلوں پر واقع نخلہ کے مقام کی طرف روانہ کیا اور فرمایا لوگوں پر اپنا آپ اپنا ظاہر نہ کرنا خفیہ طور پر دشمن کے حالات معلوم کرنا **"وفیکم سمعون لھم"** اور تم میں ان کے کچھ جاسوس موجود ہیں۔

ایک جگہ ارشاد ہے،

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُوْنِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا[9]

"اے ایمان والو! غیروں کو راز دار نہ بناؤ"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنا راز چھپایا اس نے اپنا مقصد پایا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الممتحنہ میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے بارے میں فرمایا" اے مومنو! میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ"

ہمارے دشمن آج بھی علاقائی، عصبیت کو پھیلانے میں کوشاں ہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ مخالفانہ پروپیگنڈے کے ساتھ ساتھ آجکل کے آزمودہ نسخے سب وزن کو استعمال کر رہے ہیں۔ افغانستان باوجود مسلمان ملک ہونے کے وقتاً فوقتاً افغانستان کے مسئلہ کو اٹھاتا رہتا ہے اور پٹھانوں کے جزبات میں ہل چل پیدا کرنا اور پاکستان میں گڑبڑ پھیلانا مقصود ہوتا ہے۔ ہماری قوم ملت اسلامیہ کی وحدت کی علمبردار ہے اس لیے قوم ہر صورت فرد پر فضیلت رکھتی ہے، قرون اولیٰ میں بھی کسی مسلمان کو یہ حق کبھی نہیں دیا گیا کہ وہ مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کو ٹھیس پہنچا آج بھی ہمیں فرد اور قوم میں سے قوم کے مفادات کو عزیز تر رکھنا ہوں گے۔

جنگ خندق کے دوران حضرت علی کرم اللہ وجہ نے عمر بن عبدو کو زیر کر لیا اور اس کے سینے پر بیٹھ کر اس کی گردن پر تلوار پھیرنا ہی چاہتے تھے تو عمر نے آپ کے چہرے پر تھوک دیا حضرت علی نے اسے چھوڑ دیا کیونکہ معاملہ جہاد فی سبیل اللہ یا خدمت ملت سے ہٹ کر ذاتیات کی طرف آگیا تھا۔ ہمیں اپنے ملک کی عزت و حفاظت کے لیے کسی قسم کی کوتاہی نہیں برتنی چاہیے بلکہ اپنی جان و مال تک کی بازی لگانے سے بھی گریز نہیں کرنا چاہیے اپنے ملک کی حفاظت دراصل اسلام ہے کیونکہ یہ ملک اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا اور اسی بدولت ہمیں آزادانہ طور پر اپنے مذہب اسلام پر قائم رہنے اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کا موقع ملا۔[10]

---

[9] آلِ عمران 3 : 118

[10] اسلام کا نظام جاسوسی [Source verification required]

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنه[11]

"بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے"

جہاں ﷺ کی حیات طیبہ زندگی کے دیگر تمام امور میں ہماری رہنمائی فرماتی ہے اسی طرح آپ کی شاندار فتوحات بھی معجزات کا نتیجہ نہیں بلکہ آپ ﷺ کی فتح و کامرانی کا راز آپ ﷺ کی شخصی شجاعت اور بے مثال قوت اعصاب پر مبنی تھا۔ انتہائی سنگین حالات میں بھی آپ ﷺ پوری حکمت عملی کے ساتھ جنگی تدبیریں وضع کرتے اور ان پر پیرا عمل ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کا پختہ عزم بھی شامل تھا ایسی قوت ارادی جس کہ مثال نہیں مل سکتی۔ اگر حاکم ﷺ میں یہ شخصی صفات نہ ہوتی تو غزوات اسلام کا انجام کچھ اور ہی ہوتا۔

عزم راسخ اور ارادہ محکم

رسول اللہ ﷺ نے تن تنہا مشرکین کے غیظ و غضب اور مخالفتوں کے طوفان کا مقابلہ کیا۔ آپ ﷺ تمامتر مساوی حالات میں ثابت قدم رہے اور آپ ﷺ دشمنوں کی بے اندازہ فوجی قوت کو کبھی خاطر میں نہ لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی عزم راسخ کی بہترین مثال ہے۔ ڈاکٹر غازی کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی جنگی حکمت عملی کی اساس اصولوں (principles) پر تھی، نہ کہ کسی خاص ہتھیار یا مخصوص وقت کی ٹیکنالوجی پر آپ ﷺ نے جنگ میں دفاعی حکمت عملی اختیار کی ابتدائی طور پر جارحیت سے گریز کیا۔ طاقت کے مطابق تیاری پر زور دیا:

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ[12]

"اور ان کے لیے جتنی قوت ہو سکے تیار رہوں"

اس آیت میں جدید ہتھیار بھی شامل ہیں کم سے کم خونریزی غیر جانب داروں کے تحفظ عورتوں، بچوں اور ضعیفوں کے قتل سے ممانعت جیسے قوانین دیے۔ رسول اللہ ﷺ کی جنگی حکمت عملی بہت ہی دقیق حکمت آمیز اور مؤثر تھی۔ ان کی یہ حکمت عملی نہ صرف ان کے دور کی جنگوں میں کامیابی کی بنیاد بنی بلکہ آج بھی فوجی اور حکمت عملی کے ماہرین ان سے سیکھتے ہیں۔ یہاں کچھ اہم نکات پیش کیے جارہے ہیں جو ان کی جنگی حکمت عملی کو واضح کرتے ہیں

حضرت محمد ﷺ کی انتظامی اور تنظیمی سیاست ایسی مثالی بنیادوں پر قائم تھی جو ہر دور کے لیے راہنما اصول فراہم کرتی ہیں۔ آپ ﷺ نے مدینہ کی ریاست میں ایک منظم اور مربوط نظامِ حکومت قائم کیا جو عدل، مساوات، شوریٰ، احتساب اور فلاحِ عامہ جیسے اصولوں پر استوار تھا۔ اہم فیصلوں میں اہلِ رائے اور ماہرین کی مشاورت لینا آپؐ کا مستقل طریقہ تھا جسے آج کے دور میں پارلیمانی کمیٹیوں، مشاورتی بورڈز اور عوامی مشاورت جیسے جدید ادارہ جاتی طریقوں سے مربوط کیا جاسکتا ہے۔ آپ ﷺ نے ہر فرد کو قانون کے سامنے برابر قرار دیا اور عدل کو کسی تعلق یا منصب پر ترجیح نہ دی، جسے آج کے زمانے میں آزاد عدلیہ، شفاف قانون سازی اور فوری انصاف کی فراہمی کے نظام سے اپنایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح

---

[11] الاحزاب 33 : 21

[12] الأنفال 8 : 60

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

آپ ﷺ نے مختلف علاقوں کے لیے گورنر، قاضی اور نمائندے مقرر کر کے اختیارات کی تقسیم اور ذمہ داریوں کی وضاحت کی، جسے موجودہ دور میں پروفیشنل سول سروس، واضح ضابطہ کار (SOPs) اور کارکردگی پر مبنی احتساب کے ذریعے نافذ کیا جا سکتا ہے۔ بیت المال اور زکوٰۃ کے ذریعے غرباء و محتاجوں کی کفالت کی گئی، جسے آج کے دور میں جدید سوشل سیکیورٹی، ٹارگٹ اور ویلفیئر پروگرامز کی شکل میں جاری رکھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے معاہدات، عہد و پیمان اور جنگ و امن کے واضح قوانین مقرر کیے جنہیں آج کے عالمی معاہدات، بین الاقوامی قانون اور انسانی حقوق کے اصولوں سے ہم آہنگ کر کے اپنایا جا سکتا ہے۔ آپؐ نے مہاجرین و انصار کے مابین بھائی چارہ قائم کر کے سماجی ہم آہنگی اور انضمام کو فروغ دیا، جسے آج مختلف طبقات، قوموں اور مہاجرین کے لیے مساوی معاشی مواقع اور شراکتی منصوبوں کے ذریعے فروغ دیا جا سکتا ہے۔ اس طرح نبی کریم ﷺ کے دیے گئے انتظامی و تنظیمی اصول محض تاریخی واقعات نہیں بلکہ ایسے آفاقی اصول ہیں جو اگر موجودہ دور میں جدید ادارہ جاتی، قانونی اور تکنیکی ڈھانچوں کے ساتھ اپنائے جائیں تو ایک شفاف، منصفانہ اور فلاحی ریاست قائم کی جا سکتی ہے۔

دشمن پر جنگ کی شرائط پیش کرنا

رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کا یہ دستور تھا کہ لڑائی شروع کرنے سے پیشتر تین باتیں دشمن سے کی جاتی تھیں اور اسے اختیار دیا جاتا تھا کہ ان میں سے جو شرط چاہیے قبول کر لیں۔ وہ شرائط حسب ذیل ہیں:

دشمن کو سفارتی پیغام بھیجا جاتا تھا کہ وہ اسلام کے آئین کو قبول کرے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ جس طرح مسلمان اللہ تعالیٰ کے راستے میں کھڑے ہو کر دنیا سے فتنہ و فساد کے خاتمے کے لیے کوشاں ہیں، وہ بھی اس مشن میں شامل ہو جائے۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیتے اور مسلمانوں کے مقصد میں ان کے معاون و مددگار ثابت ہوتے تو انہیں مسلمانوں جیسے تمام حقوق حاصل ہو جاتے تھے اور ان کے ملک و علاقے بھی ان کے پاس ہی رہنے دیے جاتے تھے۔

دوسری شرط یہ تھی کہ اگر وہ اسلام کو قبول نہ بھی کریں تو کم از کم مسلمانوں کے راستے میں رکاوٹ نہ ڈالیں۔ اس صورت میں انہیں اپنے مذہبی احکام پر عمل کرنے اور اپنی شریعت کے مطابق فیصلے کرنے کی مکمل آزادی حاصل رہتی تھی، البتہ سیاسی اقتدار مسلمانوں کے ہاتھ آ جاتا۔ پھر انہیں اسلام کے خلاف زہر افشانی کی اجازت نہ ہوتی اور اس قوم کی دفاعی ذمہ داریاں مسلمانوں پر آ پڑتی تھیں۔ اس کے عوض ان پر ایک معمولی ٹیکس عائد کیا جاتا تھا جسے شرعی اصطلاح میں جزیہ کہا جاتا ہے۔[13]

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَ لَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَبَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صاغِرُونَ[14]

---

[13] کیلانی، عبدالرحمٰن، مولانا، نبی اکرم ﷺ بحیثیت سپہ سالار، لاہور: مکتبہ دار السلام، 2010ء، ص150

[14] التوبہ 9: 29

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

"جو لوگ اہل۔کتاب میں سے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روز آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کی ہیں اور نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ زیر دست ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ ادا کریں"

غزوہ بدر میں مال غنیمت کی تقسیم

جنگ بدر میں نہ صرف یہ کہ کفار قریش کی تعداد مسلمانوں سے تین گنا زیادہ تھی، بلکہ ان کے پاس جنگی ساز و سامان بھی مسلمانوں کی نسبت زیادہ تھا، لیکن اس کے باوجود انہیں اس جنگ میں شکست ہوئی اور مسلمان تعداد میں کم ہونے کے باوجود فاتح میدان قرار پائے۔ تو اس عظیم فتح و کامرانی کا بنیادی سبب اللہ رب العزت کی نصرت اور تائید کے ساتھ ساتھ پیغمبر اکرم ﷺ کی مدبرانہ قیادت اور عسکری حکمت عملی ہی تھی۔ کیونکہ آپ نے مسلمانوں کے اندر جہاد اور شہادت کا جو جذبہ اور شوق پیدا فرمایا تھا، یہ اسی کا نتیجہ ہی تھا کہ مسلمان نے بلا خوف پوری قوت کے ساتھ ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست دی، اور اسلام کو پورے عرب میں منوایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں صرف دو زرہیں اور تین تلواریں لیں اور صرف اپنا مخصوص حصہ خمس لیا باقی تمام مال صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا یہ بدر کے پہلا خمس کیا گیا موجودہ دور میں حکومتی نگران اور بڑے عہدوں پر فائز لوگ غریبوں کی تلفی کرتے اور اپنی عیاشیوں پر کثیر مال خرچ کر دیتے ہیں جس کا خمیازہ غریب عوام کو بلوں اور ٹیکس کی صورت میں بھگتنا پڑتا ہے۔

غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ اور سات صحابہ کرام کی ثابت قدمی کہ وہ اس طرح ثابت قدم رہے، وہ اپنی کمان سے تیر پھینک رہے تھے جب ختم ہو گئے تو پتھر پھینکنے لگ گئے۔ ہمراہ صحابہ میں سے چودہ صحابہ کرام رضہ اللہ عنھم کی ایک جماعت تھی جو ثابت قدم رہی۔

رسولِ اللہ کی غزوہ احد میں تیر اندازوں کو انتباہ

عسکری نقطہ نظر سے یہ ایک انتہائی حساس اور پیچیدہ معاملہ تھا، کیونکہ دشمن کی تعداد ویسے بھی زیادہ تھی اور مسلمان کم تعداد میں تھے، لیکن اس پر مزید یہ کہ اچانک لشکر اسلام سے تین سو سپاہیوں کا لڑنے سے انکار کرتے ہوئے واپس چلے جانے سے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے حوصلے پست ہونے کا خدشہ تھا بلکہ اس سے دشمن کا حوصلہ بھی مزید بڑھ جاتا، لیکن اس حساس اور نازک موڑ پر بھی آپ کی عسکری حکمت عملی نمایاں طور پر نظر آتی ہے اور آپ ﷺ ایک بار پھر مشورے کے ذریعے لوگوں کو فیصلے میں شریک کرتے ہیں اور انہیں حوصلہ دے کر دشمن سے مقابلہ پر آمادہ فرماتے ہیں۔ اور یوں مسلمان نہ صرف یہ کہ بلا خوف و خطر دشمن سے جنگ کے لیے تیار ہو جاتے ہیں، بلکہ جنگ کے آغاز میں دشمن پر کاری ضرب لگانے میں بھی کامیاب ہو جاتے ہیں۔[15]

جب احد کا دن تھا تو رسولِ اللہ نے تیر اندازوں پر عبد اللہ بن جبیر کو سردار بنا کر ایک مقام پر مقرر کر دیا اور فرمایا کہ اگر تم ہمیں اس حالت میں دیکھو کہ پرندے ہمیں نوچ رہے ہیں تب بھی اپنے مقام سے نہ ہٹنا یہاں تک کہ تمہارے پاس قاصد نہ پہنچ جائے۔ مگر کچھ صحابہ کے دلوں میں

---

[15] **واقدی، محمد بن عمر، المغازی**، بیروت: دار العلمی، 1409ھ، ج1، ص199-200۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

شیطان نے مال غنیمت کی لالچ ڈال دی اور انھوں نے رسول اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے اپنی جگہ کو چھوڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ بھی اس غزوہ میں زخمی ہوئے اور آپ ﷺ کے دانت مبارک بھی زخمی ہوئے۔[16]

غزوہ خندق یا احزاب

رسول اللہ ﷺ کو قریش کی مکہ مکرمہ سے روانہ ہونے کی خبر ملی آپ نے اپنے صحابہ کو بلایا۔ انھیں دشمن کی آمد کی خبر دی اور مشورہ کیا حضرت سلمان فارسی نے خندق کھودنے کی رائے دی جو مسلمانوں کو پسند آئی کفار مکہ نے آپ سے کی ہوا عہد توڑ دیا اور جنگ شروع کر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: حسبنا اللہ و نعم الوکیل ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ وہ کیسا اچھا کارساز ہے نبی کریم اور صحابہ نے اللہ کی مدد سے ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کیا۔ صبر و قناعت سہل بن سعد سے مروی ہے کہ:

"نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جب ہم خندق کھود رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں تو آخرت کی عیش ہے "[17]

جنگ موتہ

اسلام کی جنگوں میں سے ایک اور اہم جنگ، جنگ موتہ ہے۔ یہ جنگ مسلمانوں اور اس وقت کے سپر سالاروں روم کے درمیان چھڑی اس جنگ میں اگرچہ خود پیغمبر اکرم اسلام ذاتی طور پر شریک نہیں ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود اس میں آپ کی بعض حکمت عملیاں روزِ روشن کی طرح ظاہر ہیں۔ آپ کی جانب سے روم بھیجے ہوئے سفیر کو بادشاہ قیصر کے آدمیوں کی طرف سے قتل کئے جانے کے بعد آپ نے فیصلہ کر لیا کہ رومیوں کے غرور کو خاک میں ملایا جائے، اس مقصد کی تکمیل کی خاطر آپ نے تین ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایک لشکر حضرت زید بن حارثہ کی سربراہی میں تیار فرمایا اور حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ کو بالترتیب ان کا جانشین بنا کر روم کی طرف روانہ فرمایا۔[18]

اس مختصر سے لشکر کے مقابلے کے لیے ہرقل، قیصر روم، دو لاکھ جنگجو لے کر آیا۔ ان میں ایک لاکھ رومی فوج تھی اور ایک لاکھ جنگجو قبائل لَخْم، جُذام، بہراء، قَین اور بَلی سے جمع کیے گئے تھے۔ لیکن لشکرِ اسلام نے ایمانی جذبے اور شوقِ شہادت کی بنا پر اس عظیم لشکر سے ٹکر لینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس جنگ سے نہ صرف دنیا نے مسلمانوں کی جانب سے اپنے نبی کی بے لوث اطاعت اور جاں شاری کو مشاہدہ کیا بلکہ خود مسلمانوں کے حوصلے بھی بہت بلند ہو گئے اور بعد کے معرکوں اور فتوحات کے لیے یہ ایک مقدمہ قرار پائی۔[19]

---

[16] ابن ہشام، عبد الملک، ***السیرۃ النبویۃ***، بیروت: دار المعرفہ، ج2، ص66۔

[17] المبارکپوری، صفی الرحمن۔ الرحیق المختوم۔ ریاض: دار السلام، 1976ء، 409

[18] **ابن اسحاق، محمد بن اسحاق، *السیرۃ الحلبیۃ*، ج 2، ص 504۔** ، ابن ہشام، عبد الملک، ***السیرۃ النبویۃ***، **ج 2، ص 375۔** [Source verification required]

[19] **ابن اسحاق، محمد بن اسحاق، *السیرۃ الحلبیۃ*، ج 2، ص 505۔**[Source verification required]

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

رسول اللہ ﷺ کی بہترین حکمت عملی

بلاشبہ آپ ﷺ نہایت کامیاب اور بہترین منصوبہ بندی کرنے والے رہنما تھے۔ آپ ﷺ بحیثیت سپہ سالار خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ تھی کہ: آپ ﷺ نے ہر شخص سے وہی کام لیا جس کو وہ بہترین احسن سرانجام دے سکتا تھا غزوہ دومتہ الجندل میں رسول اللہ کی ایک عسکری حکمت عملی یہ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سفر کرتے اور دن میں چھپے رہتے تاکہ دشمن پر اچانک حملہ کریں مگر جیسے ہی دشمن کو آپ ﷺ کی آمد کا علم ہوا۔ وہ وہاں سے بھاگ گیا یہ بدو لوگ تھے اس لیے اس غزوہ میں لڑائی تو نہیں ہوئی مگر اس کے نتائج مسلمانوں کے حق میں بہت عمدہ ظاہر ہوئے۔

غزوہ بنو المصطلق میں بہت سے قیدی ہو کر آئے۔ ان میں سیدہ جویریہ بھی تھی جو بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی تھی آپ ﷺ نے فرمایا میں نے جویریہ سے بڑھ کر اپنے خاندان کے لیے فائدہ مند اور بابرکت عورت نہیں دیکھی۔

یہود و مشرکین اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے، لیکن اللہ کے رسول ﷺ کی حکمتِ عملی ایسی تھی کہ ان کی طرف سے بھڑکنے والی ہر آگ کو بجھا دیا کرتی تھی۔ مسلمانوں پر حرم کے دروازے بند کرنے کا اعلان حضرت سعد بن معاذؓ کے مکہ آنے کے موقع پر ہوا، جب وہ امیہ بن خلف کے مہمان تھے۔ اس وقت ابو جہل نے حضرت سعدؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: 'اگر تم ابو صفوان کے ساتھ نہ ہوتے تو اپنے گھر سلامت واپس نہ جاسکتے۔' اس پر حضرت سعدؓ نے جواب دیا کہ 'میں تمہیں ایسی چیز سے روک دوں گا جو تم پر زیادہ گراں گزرے گی، یعنی مدینہ کے پاس سے گزرنے والا تجارتی راستہ۔'

اسی طرح مہاجرین کو قریش مکہ کی طرف سے دھمکیاں دی گئیں۔ وہ کہتے تھے: 'تم مغرور نہ ہو کہ مکہ سے زندہ سلامت نکل آئے ہو، ہم یثرب پہنچ کر تمہارا صفایا کر دیں گے۔' یہ محض زبانی دھمکیاں نہ تھیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کو قریش کی چالوں اور ان کے برے ارادوں کا پختہ علم ہو چکا تھا۔ اسی لیے آپ ﷺ رات کے وقت صحابہ کرام کو پہرہ دینے کے لیے بٹھاتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی: **﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾**[20]

"یعنی اللہ ہی آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا"

اذِنَ لِلَّذِينَ يُقْتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَ إِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ[21]

"جن سے لڑائی کی جاتی ہے انہیں اجازت دیدی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بیشک اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے"

اس آیت کے ذریعے اللہ رب العزت کی طرف سے جنگ کی اجازت مل گئی اور پھر جنگ کی اجازت ملنے کے بعد مسلمانوں کی عسکری مہمات کا سلسلہ عملاً شروع ہو گیا۔

وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا۔اِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ[22]

---

[20] المائدہ 6 : 67

[21] الحج 22 : 39

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

Vol.4, No.1, 2026

"اور اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو اللہ پسند نہیں رکھتا حد سے بڑھنے والوں کو"

اسلام کی جنگوں میں سے ایک اور اہم جنگ، جنگ جو کہ مسلمانوں اور اس وقت کے سپر پاور روم کے درمیان چھڑی۔ اس جنگ میں اگرچہ خود پیغمبر ﷺ نے ذاتی طور پر شرکت نہیں فرمائی۔ لیکن اس کے باوجود اس میں آپ کی بعض حکمت عملیاں روز روشن کی طرح ظاہر ہیں۔ آپ کی جانب سے روم بھیجے ہوئے سفیر کو بادشاہ قیصر کے آدمیوں کی طرف سے قتل کئے جانے کے بعد آپ نے فیصلہ کر لیا کہ رومیوں کے غرور کو خاک میں ملایا جائے۔

جنگ کے قوانین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کے سپہ سالاروں کو تاکید کی تھی کہ کسی بھی ملک کو فتح کر لینے کے بعد ان کے فرائض یہ ہوں گئے۔

لوگوں کے ساتھ نرمی برتیں اور خوش خبری سناتے رہے۔

ان کی آ نمائش کے خیال رکھیں اور ان پر کوئی سختی نہ ہونے دیں۔

ایک دوسرے کی فرمانبرداری کریں اور نافرمانی سے اجتناب کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بین الاقوامی معاہدوں سے انحراف کی مذمت کی۔

دوران جنگ آپ ﷺ نے عورتوں بچوں، ضعیفوں اور مذہبی راہنماؤں کو قتل کرنے کی ممانعت کر دی۔ انہوں نے پھل والے سایہ دار درخت کو کاٹنے اور عبادت الٰہی کے لیے مخصوص مقامات کو منہدم کرنے سے منع کیا۔ مال غنیمت میں سے پیدل فوج کے سپاہیوں کا حصہ گھڑ سوار فوج کے افراد کے مقابلے میں نصب مقرر کیا۔[23]

رسول اللہ ﷺ بحیثیت سپہ سالار اعظم

رسول اللہ ﷺ امیر عسکر اور سپہ سالار کی حیثیت سے تین امور میں زمان و مکان کے تمام فوجی راہنماؤں سے ممتاز نظر آتے ہیں

آپ ﷺ ایک حد درجہ بلند ہمت اور صاحب عزم و ثبات، قائد افواج تھے۔

آپ ﷺ کی تمام جنگیں دراصل حمایتِ حق، حریتِ عامہ، اسلام کی اشاعت اور ارکانِ اسلام کی صیانت و حفاظت کے لیے تھیں، نہ کہ استحصال و تسلط، ظلم و جور، قتل و غارت یا بندگانِ الٰہی کی غلامی کے لیے۔

العموم تمام سپہ سالاروں کو اپنی قوم کی حمایت اور پشت پناہی حاصل ہوتی تھی جب کہ آپ کو یہ نئی قوم تشکیل کرنا پڑی جس کے اجزاء مختلف مقامات سے حاصل کیے جاتے تھے۔

آپ ﷺ نے اپنی عظیم شخصیت کے اثر سے ایک لاجواب فوج تیار کی اور اپنی بے نظیر فراست اور حکمت عملی سے انتہائی جنگیں لڑی۔

آپ ﷺ کے اس پہلو پر کچھ کہنے کے لیے ہم ان نکات کو پیش نظر رکھیں گے:

---

[22] البقرۃ2 : 190

[23] خالد علوی، ڈاکٹر، انسانِ کامل ﷺ، یونی ورسٹی بک ایجنسی، انار کلی، لاہور۔ 1974ء، ص302

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

جنگ اور اس کا اسلامی تصور

عسکری قیادت

مسلم فوج کی تربیت

آپ کی حربہ حکمت عملی

جنگی تدبیر میں جدت

آپ ﷺ نے ہر معرکہ میں کوئی نہ کوئی ایسی تدبیر اختیار کی۔ جس سے پہلے واقف نہ ہوتا اور بسا اوقات یہ نئی تدابیر کسی کے گمان میں بھی نہ ہوتیں مثلا:

جنگ بدر میں جنگ کے انتخاب کے علاوہ آپ ﷺ نے صف بندی اس انداز سے فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر اسلام کے تعداد سے بہت زیادہ معلوم تھا۔ اس تدبیر نے دشمن کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔

جنگ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑی درہ پر قبضہ کر کے دشمن کی تدابیر کو ناکام بنادیا۔ پھر جب مسلمانوں کی غلطی سے یہ درہ خالی ہو گیا اور شکست کے آثار نظر آنے لگے اور آپ ﷺ نے اپنی قیام گاہ کے لئے پہاڑی پر ایک بلند مقام تجویز فرمایا کہ پورے عزم و ثبات سے لڑائی جاری رکھیں جس سے بالا آخر دشمن ناکام واپس لوٹ گیا۔

جنگ خندق میں ﷺ نے مدینہ کے خالی حصہ کے سامنے خندق کھود کر اتحادیوں کی تمام تدابیر کو ناکام بنادیا اور دشمن کا یہ دس ہزار کا لشکر زہر کے گھونٹ پی کر ایک ماہ کے محاصرے کے بعد بالآخر ناکام واپس لوٹ گیا۔

جنگ خیبر میں آپ ﷺ نے غطفان اور خیبر کے درمیان رجیع کے مقام پڑاؤ ڈال کر دشمن کے اتحاد کا تختہ منقطع کر دیا۔

فتح مکہ کے دوران نبی کریم ﷺ نے رازداری کے ساتھ نامعلوم راستوں سے سفر فرمایا اور عظیم الشان شان و شوکت کے مظاہرے کے ذریعے دشمن کے حوصلے پست کر دیے۔ نتیجتاً وہ مقابلے کے قابل ہی نہ رہے۔

جنگ اور اس کا اسلامی تصور

جنگ سے مراد وہ مسلح تصادم ہے جو دو گروہوں یا ریاستوں کے درمیان وقوع پذیر ہو۔ موجودہ دور میں یہ عموماً دو حکومتوں کی مسلح افواج کے درمیان تصادم کہلاتا ہے، تاہم اسلام میں جنگ کو محض طاقت کے استعمال کا نام نہیں بلکہ ایک مقاصدی، اخلاقی اور قانونی ضابطے کے تحت سمجھا جاتا ہے۔ اسلام کے نزدیک جنگ کا مقصد دفاعِ نفس، ظلم و زیادتی کا خاتمہ، امن و انصاف کا قیام اور مذہبی آزادی کی ضمانت ہے، نہ کہ جارحیت، استحصال یا قبضہ۔ اسی لیے اسلامی اصولِ جنگ میں غیر جنگجوؤں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو نقصان نہ پہنچانا، عبادت گاہوں اور فصلوں کو تباہ نہ کرنا، معاہدات کی پاسداری، تناسب اور ضرورت کا لحاظ رکھنا بنیادی تقاضے ہیں۔ قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک، رعایا کے حقوق کی حفاظت اور جنگ کے بعد صلح و مصالحت اور تعمیرِ نو کو بھی لازمی قرار دیا گیا ہے۔ قرآن و سنت نے جہاں جنگ کی اجازت دی ہے وہاں اس کے ساتھ ساتھ ظلم، قتلِ عام، جارحیت اور لوٹ مار کو سختی سے منع کیا ہے تاکہ جنگ، امن و عدل کے قیام کا ذریعہ بنے نہ کہ فساد اور تباہی کا۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

جنگ ایک ناگزیر ضرورت

انسانی معاشرے میں سب سے مقدم اور مقدس شے انسان کی جان ہے۔ دنیا کے تمام مہذب قوانین اور شریعتوں میں احترام نفس کے یہ اصول موجود رہا ہے اسی اصول کی بنیاد پر انسانی منظم ہوتی ہے۔ "عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ؛مومن اپنے دین کی وسعت اور کشادگی میں اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ کسی حرام خون کو نہیں بہاتا۔[24]

وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِينَ[25]

"اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا تو زمین فساد سے بھر جاتی، مگر اللہ تعالیٰ تو دنیا پر بڑا فضل کرتا ہے"

دنیا میں جس قدر ظلم روا رکھا ہے کمزوروں اور بے بسوں پر جس طرح دراز دستی کی جاتی ہے انسانی حقوق کو جس طرح پامال کیا جاتا ہے اور اخلاقی و مذہبی قدروں کو ختم کرنے کی جس طرح کوشش کی جاتی ہے وہ اس امر کی متقاضی ہے کہ طاقت استعمال کر کے ظلم وجور کی ہر صورت کو ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ جنگ زندگی کی ناگریز ضرورت ہے اگر ظالم اپنے ظلم کو برقرار رکھنے کے لیے لڑتا ہے تو مظلوم اس ظلم کو ختم کرنے اور حق کی بالادستی کو قائم رکھنے کے لیے بدرجہ اولیٰ لڑ سکتا ہے اور اسے لڑنا چاہیے۔[26]

دشمن سے براہِ راست مقابلے کی خواہش نہ رکھو؛ بلکہ اللہ سے امن وعافیت کی دعا کیا کرو۔ اگر دشمن سے تصادم واقع ہو جائے تو دلیرانہ طور پر مقابلہ کرو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روش یہ ہے کہ جنگ صرف دو صورتوں میں جائز وضروری سمجھی جاتی ہے: ایک دفاعِ از خویش اور دوسرا اصلاحی مقاصد کے لیے۔ اصلاحی مقاصد کی پاکیزگی نے ہی اسلامی جنگ کو ایک منفرد حیثیت عطا کی ہے۔ واضح رہے کہ اسلام میں جنگ کا مقصد دعوتِ اسلام یا تبلیغ نہیں بلکہ حریت اور دینِ اسلام کا تحفظ ہے۔

نبوی حکمت عملی کے بنیادی اصول

دفاع اور جارحیت میں فرق

نبی ﷺ نے ہمیشہ دفاعی جنگ لڑی (بدر، احد، خندق) اور کبھی جارحانہ جنگ کا آغاز نہیں کیا۔

موجودہ دور میں یہ اصول عسکری پالیسی کو دفاعی نوعیت دینے اور بلاوجہ طاقت کے استعمال سے گریز پر زور دیتا ہے۔

مفاہمت اور صلح

صلح حدیبیہ نبوی حکمت عملی کی بہترین مثال ہے، جس میں وقتی مصلحت اور طویل مدتی امن کو ترجیح دی گئی۔

موجودہ عالمی سیاست میں یہ اصول ہمیں سفارت کاری، مذاکرات اور عسکری دباؤ کے بجائے امن معاہدات پر زور دینے کی تلقین کرتا ہے۔

---

[24] صحیح بخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ: **" وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا، حدیث نمبر** 6862۔

[25] البقرہ 2: 251

[26] سید، ابوالاعلیٰ مودودی، *الجہاد فی الاسلام*، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 1991ء، ص 181۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

عدل اور انسانی جان کا احترام

نبی ﷺ نے عورتوں، بچوں، غیر جنگجو افراد اور حتیٰ کہ درختوں کو نقصان پہنچانے سے بھی منع فرمایا۔

جدید جنگی قوانین (Geneva Conventions) بھی اسی اصول پر قائم ہیں۔

لہٰذا نبوی حکمت عملی کو آج کے International Humanitarian Law سے ہم آہنگ سمجھا جا سکتا ہے۔

تیاری اور جدید وسائل کا استعمال

قرآن کا حکم ہے اور ان کے مقابلے کے لیے اپنی استطاعت کے مطابق قوت تیار رکھو) "الأنفال60:)

آج کے دور میں یہ اصول جدید ٹیکنالوجی، سائبر سکیورٹی، ڈرونز اور دفاعی صنعت میں خود کفالت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

علم و حکمت کی بنیاد پر فیصلہ سازی

نبی ﷺ کی حکمت عملی ہمیشہ معلومات و مشاورت (شوریٰ) اور حقیقت پسندی پر مبنی رہی۔

جدید دور میں عسکری پالیسی سازی میں تھنک ٹینکس، انٹیلی جنس اور ٹیکنالوجی کا استعمال اسی اصول کا تسلسل ہے۔

تجاویز و سفارشات

۱۔ دفاعی تیاری اور جدید ٹیکنالوجی کا حصول

قرآن کے حکم **"وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ"** (الانفال: 60) کی روشنی میں اسلامی ریاستوں کو جدید اسلحہ، سائبر دفاع، ڈرون ٹیکنالوجی اور خلائی نگرانی جیسے وسائل میں مہارت پیدا کرنی چاہیے۔

نبوی حکمت عملی میں وسائل کی بروقت تیاری اور دشمن پر نفسیاتی برتری کو سامنے رکھتے ہوئے آج کے دور میں **ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ** اور عسکری صنعت کو ترجیح دینی چاہیے۔

۲۔ دفاعی بجائے جارحانہ نہیں

رسول اللہ ﷺ کی جنگی حکمت عملی ہمیشہ **دفاعی و اصلاحی** نوعیت کی تھی۔

موجودہ اسلامی ریاستوں کی پالیسی بھی بلاجواز جارحیت کے بجائے **دفاع اور ظلم کے ازالے** پر مبنی ہونی چاہیے تاکہ عالمی سطح پر منفی تاثر ختم ہو۔

۳۔ بین الاقوامی قوانین اور اخلاقی اقدار

نبوی اصولوں جیسے: غیر جنگجوؤں کو نقصان نہ پہنچانا، عورتوں، بچوں اور بزرگوں کو قتل نہ کرنا، کھیتوں اور عبادت گاہوں کو نقصان نہ دینا— آج کی عسکری پالیسی میں جنیوا کنونشن جیسے عالمی معاہدات کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کر سکتے ہیں۔

اس سے امت مسلمہ کا عسکری وقار عالمی سطح پر اخلاقی برتری کے طور پر سامنے آئے گا۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

۴۔ علمی اور فکری محاذ کی اہمیت

نبی کریم ﷺ نے صرف ہتھیار پر انحصار نہیں کیا بلکہ صحابہ کو ذہنی و فکری تیاری دی۔

آج کی اسلامی ریاستوں کو میڈیا، سائبر وار فیئر اور علمی میدان کو عسکری پالیسی کا لازمی حصہ بنانا چاہیے۔

۵۔ وحدتِ امت اور عسکری اتحاد

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں اجتماعی دفاع کے لیے میثاقِ مدینہ بنایا۔

آج امت مسلمہ کو بھی اسلامی عسکری اتحاد (military alliances) اور مشترکہ دفاعی معاہدات کی بنیاد رکھنی چاہیے تاکہ بکھراؤ کے بجائے طاقت کا مظاہرہ ہو۔

۶۔ اقتصادی خود کفالت

نبوی دور میں جنگی وسائل مقامی طور پر تیار کیے جاتے تھے تاکہ دوسروں پر انحصار نہ ہو۔

موجودہ اسلامی ریاستوں کو عسکری پالیسی کے ساتھ معاشی استحکام اور خود انحصاری پر بھی توجہ دینی چاہیے تاکہ اسلحے اور وسائل کے لیے غیروں کے محتاج نہ رہیں۔

۷۔ انسانی وسائل کی تربیت

نبوی حکمت عملی میں صحابہ کرام کی عسکری اور اخلاقی دونوں پہلوؤں سے تربیت کی جاتی تھی۔

موجودہ دور میں افواج کی تربیت میں اخلاقی اقدار، ایمانی جذبہ، اور ٹیکنالوجیکل مہارت تینوں کا امتزاج ضروری ہے۔

نتیجہ: معاصر اسلامی ریاستیں اگر نبوی عسکری حکمتِ عملی کے اصول — دفاعی تیاری، اخلاقی جنگی ضوابط، امت میں اتحاد اور ٹیکنالوجی پر مہارت — کو عملی طور پر اپنائیں تو وہ نہ صرف اپنے قومی مفادات اور سرحدی سالمیت کا دفاع مؤثر انداز میں کر سکیں گی بلکہ بین الاقوامی منظرِ عام پر امت مسلمہ کا وقار بھی بحال ہو گا اور پائیدار امن کے قیام میں مثبت کردار ادا کر سکیں گی۔ اس اطلاقی امتزاج سے عسکری قوت کو محض جارحانہ ٹول کے طور پر استعمال کرنے کے بجائے ایک نظمِ معاشی، انسانی حقوق اور بین الاقوامی اخلاقیات کے مطابق محدود اور شفاف طریقے سے بروئے کار لایا جائے گا؛ نتیجتاً جنگ کے بعد تعمیرِ نو، مصالحت اور علاقائی استحکام کے امکانات بڑھیں گے، اور عسکری پالیسی طویل المدت قومی و بین الاقوامی فلاحِ عامہ کے ساتھ ہم آہنگ رہے گی۔

مصادر و مراجع

* ابن اسحاق، محمد۔ السیرۃ النبویہ۔ مختلف طباعتیں، بیروت: دارالفکر، 2001ء۔
* ابن خلدون، عبدالرحمٰن۔ المقدمہ۔ قاہرہ: دارالفکر العربی، 1967ء۔
* ابن کثیر، اسماعیل۔ البدایہ والنہایہ۔ بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1997ء۔
* ابن ہشام، عبدالملک۔ السیرۃ النبویہ لابن ہشام۔ بیروت: دارالمعرفۃ، 1998ء۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

* البخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح (صحیح بخاری)۔ ریاض: دارالسلام، 1999ء۔
* البلاذری، احمد بن یحیی۔ فتوح البلدان۔ بیروت: دارالفکر، 1987ء۔
* التبری، محمد بن جریر۔ تاریخ الامم والملوک۔ بیروت: دارالتراث، 1967ء۔
* القرطبی، محمد بن احمد۔ الجامع لاحکام القرآن۔ بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1988ء۔
* المبارکپوری، صفی الرحمن۔ الرحیق المختوم۔ ریاض: دارالسلام، 1976ء (انگریزی ترجمہ 2002ء)۔
* ماجد خدوری۔ اسلامی قانون میں جنگ و امن۔ بالٹی مور: جان ہاپکنز پریس، 1955ء۔
* مائیکل والزر۔ جائز اور ناجائز جنگیں۔ نیو یارک: بیسک بکس، 1977ء۔
* معلمی، عبد الرحمٰن۔ الأنوار الکاشفۃ۔ مکہ مکرمہ: مکتبہ السلفیہ، 1960ء۔
* مودودی، سید ابو الاعلیٰ۔ الجہاد فی الاسلام۔ لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 1927ء۔
* نبیل، اکرم ضیاء۔ تلوارِ اللہ: خالد بن ولیدؓ کی سوانح عمری۔ لاہور: دارالسلام، 1992ء۔
* ندوی، سید سلیمان۔ سیرت النبی ﷺ۔ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1955ء۔
* نقشبندی، محمد سعید۔ اسلام کا نظام جنگ و امن۔ کراچی: مکتبہ رشیدیہ، 1985ء۔
* الفریڈ گلیم (مترجم)۔ سیرتِ محمد ﷺ (ابن ہشام کی روایت سے)۔ آکسفورڈ: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 1955ء۔
* ڈبلیو۔ مونٹگمری واٹ۔ مدینہ میں محمد ﷺ۔ آکسفورڈ: کلیرینڈن پریس، 1956ء۔
* ڈبلیو۔ مونٹگمری واٹ۔ محمد ﷺ نبی اور حکمران۔ لندن: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 1961ء